پروفیسر عبداللہ ملک۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

اموال تجارت اور زکوٰۃ

آج ہمارے ملک میں نظام زکوٰۃ کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ہر صاحبِ زکوٰۃ زکوٰۃ ادا کرے تو کوئی غریب نظر نہ آئے۔

اموال زکوٰۃ

صرف وہی مال قابل زکوٰۃ ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ وہ مال کسی مسلمان کی مکمل ملکیت ہو۔ کیونکہ جس مال کا کوئی مسلمان مالک نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

۲۔ مال بقدر نصاب ہو۔ نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔

۳۔ مال ضروریات اصلیہ -Basic Needs سے زائد ہو۔ لہذا ایسی اشیاء جو بنیادی ضروریات زندگی سے متعلق ہوں۔ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل اشیائے ضرورت کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

ذاتی رہائشی مکان، پہنے کے کپڑے، گھریلو استعمال کے برتن، سواری کے جانور اور دیگر سواریاں، ذاتی استعمال کا اسلحہ، اشیاء خوردنی جو اپنے اور اہل خانہ کے لئے ہوں۔ تزئین و آرائش کی چیزیں بشرطیکہ سونے اور چاندی کی بنی ہوئی نہ ہوں۔ مطالعہ کی کتب اور استعمال کے اوزار وغیرہ۔

۴۔ مال میں نمو یعنی بڑھنے کی صفت پائی جاتی ہو۔ یہ خوبی جنگل میں چرنے والے حیوانات، سونا اور چاندی، نقود، کھیتوں اور باغات کی پیداوار، معدنیات، زمینوں، اور اموال تجارت میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ مال پر مسلمان کے قبضہ میں رہتے ہوئے پورا سال (12 ماہ) گزر جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

" عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا زکاۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول۔"

> استعماری طاقتوں نے مسلمانوں کے تار پود بکھیر کر اپنی تہذیب کو تعلیم، قانون، تمدن، اخلاقیات، مذہب، عائلی زندگی، سیاست، معیشت غرضیکہ ہر شعبے کے ایک ایک گوشے میں داخل کیا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی پر زکوٰۃ فرض نہیں جب تک اس پر پورا سال نہ گزر جائے۔

۶۔ مال قرض سے پاک ہو۔ اگر کسی کے ذمہ مالدار کا قرض ہو اور اس کی وصولی کے تمام امکانات مثلاً تحریر و گواہان وغیرہ موجود ہوں اور بذریعہ عدالت بھی اس کی وصولی ممکن ہو تو جب وصول ہو جائے۔ اس میں سے پہلے تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

اموال زکوٰۃ کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(ا) اموال ظاہرہ

جیسا کہ ان کے نام سے ہی وضاحت ہو رہی ہے کہ یہ ایسے مال ہوتے ہیں جو ظاہر ہوں۔ دیگر لوگ اور احکام بھی ان کے متعلق جانتے ہوں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ لہذا اس قسم میں زرعی زمینوں کی پیداوار شہد کی پیداوار بشرطیکہ اسے کاروبار کے طور پر اختیار کیا جائے۔ جنگل میں چرنے والے حیوانات اونٹ، بھیڑ بکریاں وغیرہ۔

(ب) اموال باطنہ

ان میں وہ تمام اشیاء شامل ہیں۔

جنہیں پوشیدہ رکھنا ممکن ہو۔ مثلاً سونا چاندی' نقد روپیہ اور گوداموں میں رکھا ہوا تجارت کا مال وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں رائج اوزان موجودہ زمانے کے مروج پیانوں سے مختلف تھے۔ اس زمانے میں مثقال اور اوقیہ مروج تھے۔ سونا اس زمانے میں دینار میں استعمال ہوتا تھا اور چاندی درہم کے لئے۔ موجودہ دور میں یہ سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔ اس لئے ماہرین نے آج کل کے اوزان کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ساڑھے سات تولہ سے کم مقدار یا اس مالیت کی نقدی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ چاندی کے لئے یہ مقدار ساڑھے باون تولہ ہے۔ اموال باطنہ پر زکوٰۃ ادا کرنا خود افراد کے ذمہ ہے۔ سرکاری حکام جبراً وصول کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں مکمل تفصیل خود مال کے مالک کو معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کسی نے دوسروں کی امانت اپنے پاس رکھی ہو یا مکمل سال نہ گزرا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جملہ اقسام کی زکوٰۃ بیت المال کے وسائل آمدن میں سے ایک ذریعہ تھا۔ جس سے مملکت کے معاملات چلائے جاتے تھے یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ خلفاء راشدین کے دور میں اس میں بعض مفید اضافے ہوئے۔ اس کی تحصیل کے لئے باقاعدہ شعبے قائم ہوئے۔ اخراجات کی مدوں کا باقاعدہ مطالعہ کر کے ان میں تبدیلیاں کی گئیں۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی ان مدات کو ختم کیا گیا۔

خلفاء راشدین کے دور کے بعد اموی اور عباسی حکمرانوں کے عہد اقتدار میں بھی زکوٰۃ کا نظام کسی نہ کسی شکل میں چلتا رہا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی وحدت کئی حصوں میں تقسیم ہو جانے کے باوجود بھی نظام زکوٰۃ حکومتی سطح پر چلتا ہی رہا اور یہ سلسلہ اس وقت منقطع ہوا جب

حضرت ابو عبیدہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سامان پر کوئی زکوٰۃ نہیں' سوائے اس مال کے جو تجارت کے لئے ہو۔

مسلمان استعماری طاقتوں کے زیر نگیں آگئے۔ ان طاقتوں نے مسلم معاشرے کے تار و پود بکھیر کر اپنی تہذیب کو تعلیم' قانون' تمدن' اخلاقیات' مذہب' عائلی زندگی' سیاست' معیشت غرضیکہ ہر شعبے کے ایک ایک گوشے میں داخل کیا۔ اسلامی ممالک حکومتی سطح پر اور افراد انفرادی سطح پر اس تہذیب سے آج بھی نبرد آزما ہیں۔

کمپنیوں کے حصص اور سرٹیفکیٹ پر زکوٰۃ

کمپنیوں کے حصہ داران اپنے اصل اور منافع دونوں پر زکوٰۃ دیں گے۔ اس کا حساب اس طرح کیا جائے گا کہ ان کے حصہ کی رقم کا وہ حصہ جو کمپنی کی تجارت و آلات حرفہ یا مشینوں پر خرچ کیا گیا وہ اصل میں منہا کر دیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص نے 30,000 کا حصہ خریدا۔ جس میں سے 2000 روپے عمارت اور آلات کی خریداری پر کمپنی نے لگائے اور باقی 28000 روپے کا کاروبار کیا۔ سال کے بعد 3000 روپے نفع آیا تو زکوٰۃ 31000 روپے پر ہوگی۔ اس کی مساوات اس طرح بنے گی۔ (زکوٰۃ = اصل + نفع عمارت و آلات پر اخراجات وغیرہ)

کمپنی کے جس حصہ دار کے حصہ کی مالیت بقدر نصاب ہے۔ اس کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ وہ قدر نصاب کا مالک ہے۔ اب اگر اس نے اپنے اس روپے کو کمپنی کے کاروبار میں لگا رکھا ہے تو اس سے اس کے حصے کی مالیت کے لحاظ سے انفرادی طور پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ بلکہ کمپنی سے تجارتی زکوٰۃ کے قواعد کے مطابق تمام ایسے حصہ داران کی زکوٰۃ اکٹھی لے لی جائے گی۔ جن کو زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل قرار دیا گیا ہو۔ کمپنی کی زکوٰۃ کا حساب لگانے میں مشینری' مکان اور فرنیچر وغیرہ عوامل پیدائش کو مستثنیٰ Exempted قرار دیا جائے گا۔ اس کے باقی ماندہ املاک جو اموال تجارت پر مشتمل ہوں اور اس کے خزانہ کی رقم جو ختم سال پر موجود ہو۔ ان سب پر زکوٰۃ لے لی جائے گی اور اگر کمپنی کا کاروبار اس نوعیت کا ہو تو اس کی سالانہ آمدنی کے لحاظ سے اس کی مالی حیثیت تشخیص Assess کی جائے گی اور اس پر زکوٰۃ لگا دی جائے گی۔

مولانا مودودی نے اس امر کی یوں وضاحت کی ہے کہ تجارتی حصص کی زکوٰۃ اس اصول پر نہیں نکالی جائے گی کہ گویا حصے کی رقم آپ کے پاس جمع ہے اور آپ جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ نکال رہے ہیں۔ بلکہ ان کی زکوٰۃ تجارتی مال کی زکوٰۃ کے اصول پر نکالی جائے گی۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ کاروبار شروع ہونے کی تاریخ پر

جب ایک سال گزر جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پاس تجارتی مال کس قدر موجود ہے اور وہ کسی مالیت کا ہے اور نقد روپیہ کتنا ہے۔ دونوں کے مجموعے پر اڑھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اس قاعدے پر دیکھا جائے گا کہ کمپنی یا کمپنیوں میں آپ کے جو حصے ہیں اس وقت بازاری قیمت (Market Value) کے لحاظ سے ان کی قیمت کیا ہے؟ سال کے دوران خواہ کتنی ہی مرتبہ پہلا حصہ فروخت کر کے دوسرا خریدا گیا ہو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب پہلا حصہ خریدا اس وقت سے سال شمار کیا جائے گا اور سال کے خاتمہ پر حصوں کی بازاری قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ کا تعین ہوگا۔

اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ آپ کے پاس نقدی کس قدر موجود ہے۔ دونوں کے مجموعے پر 1/40 کی شرح سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

سرٹیفکیٹ دراصل بینک، کمپنی یا حکومت پر قرض کی ایک رسید ہوتی ہے۔ جس میں حامل زین موجل (قرض جس کی مدت متعین ہو) کا مالک ہوتا ہے کہ جب تک یہ مدت قرض پوری ہوگی۔ رقم اس کے پاس آجائے گی اور اس وقت اگر سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اموال تجارت پر زکوٰۃ

Articles of Trade

اموال تجارت کے لئے فقہ کی کتابوں میں "عروض التجارۃ" کا نام مستعمل ہوتا ہے۔ اس سے مراد سونا وچاندی کے سوا تمام وہ سامان ہے جو تجارت کی نیت سے خریدا اور بیچا جائے۔ یہ سامان، آلات، مشینری، کپڑوں، اشیاء، خوردنی، زیورات، حیوانات، درختوں، آراضی، گھروں، تجارتی حصص تمسکات (Se-curity) اور سامان سرمایہ (Capital Goods) پر مشتمل ہے۔

اموال تجارت کا نصاب وہی ہے جو نقد کا ہے۔ یعنی اگر سال گزرنے کے بعد کسی تاجر کا مجموعی مال اور نقد سرمایہ لا کر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس سے 2-1/2 فیصدی شرح سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اس پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے۔

قرآن مجید سے اس کا ثبوت یوں ملتا ہے۔

زکوٰۃ کے معاملہ میں تمام تاجر برابر ہیں خواہ وہ کارخانہ دار ہوں یا دستی کھڈی والے، چھابڑی والے ہوں یا سونے کے بیوپاری، بڑے شہر کے تجارتی مراکز کے مالک ہوں یا پرچون فروش، نفع کمانے والے ہوں یا نقصان اٹھانے والے۔

" یاایھاالذین امنوا انفقوا من طیبات ماکسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔" (سورۃ البقرۃ:۲۶۷)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جو تم محنت کر کے کماتے ہو۔ اور اس میں بھی جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں۔

طبری نے حضرت مجاہدؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ

"من طیبات ماکسبتم۔"

سے مراد ہے جو کچھ تجارت کے لئے کمائی یہی رائے حسن بصری، ابوبکر حصاص، ابن الصربی اور امام رازی کی ہے۔

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

"ظاهر الرواية يدل على وجوب الزكوة فى كل مال يكتسبه الانسان فيدخل فيه زكاة التجارة۔

اس آیت کا ظاہر مفہوم اس مال پر زکوٰۃ کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو انسان کماتا ہے۔ اس میں اموال تجارت پر زکوٰۃ شامل ہے۔

اسی طرح سورۃ التوبۃ کی آیت میں ذکر ہے کہ:

" خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها۔"

ان کے مالوں سے صدقہ یعنی زکوٰۃ وصول کیجئے۔ اس کے ذریعے انہیں پاکیزہ بنائیے۔

یہ حدیث شریف بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

"عن سمرة بن جندب قال كان رسول الله صلى الله

عليه وسلم يامرنا ان نخرج مما نعدّ للبيع۔"

حضرت سمرہ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اس مال میں سے زکوٰۃ نکالیں جسے ہم تجارتی مال شمار کرتے تھے۔

دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

"عن ابی ذر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في الابل صدقتها وفي الغنم صدقتها وفي البز صدقته۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اونٹوں میں زکوٰۃ ہے۔ بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ ہے اور کپڑے میں زکوٰۃ ہے اس حدیث مبارکہ میں "فی البز صدقتہ" تجارتی مقاصد کے لئے خریدے گئے کپڑے میں زکوٰۃ اور دیگر تجارتی سامان میں زکوٰۃ کا ثبوت ملتا ہے۔

آثار صحابہ رضوان اللہ اجمعین اور تابعین کی چند مثالیں قابل توجہ ہیں۔

۱۔ "عن عبد القاری (من قبيلة القارة) قال كنت على بيت المال زمن عمر بن الخطاب وكان اذا خرج العطاء جمع اموال التجار ثم حسبها شاهدها وغائبها ثم اخذ الزكاة من شاهد المال على الشاهد والغائب۔"

قبیلہ قارہ کے ایک شخص عبدالقاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں حضرت عمرؓ کے عہد میں بیت المال پر مامور تھا۔ جب وظائف دینے کا وقت آیا تو آپ تاجروں کے اموال اکٹھے کرتے اور ان کے کھلے چھپے (اموال) سب کا حساب لگاتے پھر ظاہر اور خفیہ اموال سے زکوٰۃ لیتے۔

۲۔ "روی ابو عبيدة عن ابن عمر ليس في العروض زكاة الا ان تكون لتجارة۔"

ابو عبیدہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سامان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ سوائے اس مال کے جو تجارت کے لئے ہو۔

"قال عبيد في اموال التجارة اجمع المسلمون على ان الزكاة فرض واجب منها۔"

ابو عبیدہؓ قاسم بن سلام نے اموال تجارت کے متعلق لکھا ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان میں زکوٰۃ فریضہ واجبہ ہے۔

وضاحت:۔ اموال زکوٰۃ تجارت پر زکوٰۃ کے مختلف مسائل کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

۱۔ مال تجارت صرف وہی ہوگا جو تجارتی مقصد کے لئے خریدا گیا ہو۔ اگر مال ذاتی استعمال کے لئے خریدا مگر بعد میں تجارت کی غرض سے بیچنے کی نیت کی تو یہ نیت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا۔ یعنی جب وہ فروخت کرنا شروع کرے گا اس وقت یہ مال تجارت بن جائے گا اور اس وقت کے بعد اگر سال بھر یہ مال رہا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

۲۔ مشینیں، آلاتِ کارخانہ اور زرعی آلات مثلاً مل، سبیل، ٹریکٹر، تھریشر وغیرہ درزی کی مشینیں اور دیگر پیشوں کے آلات کار اموالِ تجارت نہیں ہیں۔ لہٰذا ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ مکانات اور کارخانوں کی عمارت زکوٰۃ سے مستثنٰی ہیں۔ تاہم مکانوں کے کرایوں سے حاصل شدہ رقم اگر سال بھر رہے اور چاندی کے نصاب کے بقدر رہے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ یہی مسئلہ برتنوں، شامیانوں، سائیکلوں اور فرنیچر وغیرہ کے لئے ہے۔

گو کارخانوں اور ملوں وغیرہ کی مشینوں اور آلات پر زکوٰۃ نہیں مگر ان سے جو مال تیار ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ اسی طرح کارخانہ یا مل میں جو مال مصنوعات تیار کرنے کے لئے رکھا ہے۔ اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ تیار اشیاء اور خام مال سب کی قیمت بازاری نرخوں سے لگا کر اس پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ہوگی۔ بشرطیکہ ان کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو جائے۔

۳۔ کارخانوں، فیکٹریوں اور ملوں کے حصص (Shares) پر سال کے اختتام پر زکوٰۃ ان حصص کی بازاری قیمت پر لگائی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔ البتہ کمپنیوں اور کارخانوں وغیرہ کا فرنیچر آلات اور مشینیں وغیرہ کی قیمت بھی حصص میں شامل ہوتی ہے۔ جو درحقیقت زکوٰۃ ہے۔ مستثنٰی (Exempted) میں للہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان کی قیمت حصص کی مجموعی قیمت میں سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر باقی مجموعہ چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ دی جائے گی ورنہ نہیں۔

۴۔ اگر کسی تاجر کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ اور مال تجارت ہے مگر ان میں کوئی بھی انفرادی طور پر نصاب کو نہیں پہنچتا تو اس تاجر کو

بقیہ صفحہ نمبر 17